تعارفِ رسول اللہ ﷺ: قرآن، نہج البلاغہ کی روشنی میں
(تحقیقی مطالعہ)

رباب فاطمہ ملکوتی[1]

خلاصہ:

نہج البلاغہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے جس میں سید رضیؒ نے امیر المومنینؑ کے متفرق مقامات پر کیے جانے والے کلام کو یکجا کیا۔ یہ تمام خطبات، مکتوبات اور حکیمانہ کلمات گویا ایک خزانہ ہیں۔ امام علی علیہ السلام کے دعوی سلونی کے علاوہ کلام کی کیفیت بہت ہی فصیح و بلیغ ہے۔ آپؑ نے بہت سے موضوعات و واقعات اور پیش گوئیوں کے علاوہ جو مدح سرائی آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک کی بیان کی ہے وہ بے مثل و بے نظیر ہے۔ آپ ﷺ کے خاندانی تعارف کے ساتھ آپ ﷺ کے آباؤاجداد اور پھر آپ ﷺ کی ذاتی زندگی کی صفات و عادات کو نہ صرف بیان کیا، بلکہ ان کی زندگی کو بہترین اسوہ قرار دیتے ہوئے ان کی پیروی اور نقش قدم پر چلنے کی خاص تاکید کی ہے۔ آپؑ نے اپنے کلام میں بتایا کہ عرب کے حالات کتنے دگرگوں تھے اور صرف آنحضرت ﷺ کی آمد سے ان سب کی اقدار کیسے بدل گئیں اور خدا نے احسان کیا۔ امیر المومنینؑ ہر قدم پر آپ ﷺ کے ساتھ رہتے، اسلام کی ترویج میں بھی اپنا بھرپور کردار ادا کیا یہاں تک کہ رسول ﷺ کی اس فانی دنیا سے رحلت کے وقت بھی آپؑ ان کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ ہم اس مقالہ میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کی امیر المومنینؑ کی زبان سے جاننے کی کوشش کریں گے۔

کلیدی الفاظ: نہج البلاغہ، امیر المومنینؑ، رسول اللہ ﷺ، تعارف، صفات، بعثت

مقدمہ:

بشریت جب گمراہیوں میں مبتلا ہو کر آگ کے گڑھوں تک پہنچ گئی تو ایسے میں خدا نے اپنے برگزیدہ ترین اور خُلق عظیم[2] پر فائز حبیب کو مبعوث کر کے ان پر نہایت احسان[3] کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی

[1]۔ ریسرچ سکالر، انٹرنیشنل المصطفیٰ یونیورسٹی پاکستان

ذات تمام تر کمالات اور صفات حسنہ کا کامل مجموعہ تھی اور یہی وجہ تھی کہ دشمنانِ وقت بھی آپ کو صادق وامین کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ جب آپ کو مبعوث برای رسالت کیا گیا تو کار رسالت میں آپ ﷺ کے لیے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو بطور جانشین اور مددگار متعین فرمایا جن کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا: وَ خُلِقْت أنا و عليّ من شجرة واحدة.[3] میں اور علی ایک ہی شجر سے خلق ہوئے ہیں۔ اب جب کہ رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنینؑ کی نسبت اتنی گہری ہے تو آپ ﷺ کا تعارف مولائے کائناتؑ سے زیادہ بہتر انداز میں کون کر سکتا ہے! رسول اللہ ﷺ کا بطور احسن واکمل تعارف امیر المومنینؑ کی لسان مبارک سے جن خطبات اور حکیمانہ کلمات اور مکتوبات کی صورت میں جاری ہوا وہ سید رضی علیہ الرحمہ کی وساطت سے نہج البلاغہ کی صورت میں جمع آوری ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔ زیر نظر نوشتار میں خود نہج البلاغہ اور مولف کا مختصر تعارف، نہج البلاغہ میں موجود کلام کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا خاندانی تعارف، ان کے فضائل وصفات، بعثت سے مربوط حالات اور اس کے اہداف وآثار کو مرحلہ وار بیان کیا جائے گا۔ اور خطبات اور کلام کے شمارہ جات مفتی جعفر حسین کی نہج البلاغہ[4] کے ترجمہ وشرح کے مطابق ہوں گے۔

نہج البلاغہ اور سید رضی علیہ الرحمہ کا مختصر تعارف:

نہج البلاغہ کی کتاب جسے علماء نے ''اخ القرآن'' کہا ہے، سید رضی کا وہ گہربار جمع شدہ کلام امیر المومنینؑ ہے جسے تدوین ہوئے تقریباً ہزار سال گذر چکے ہیں (یہ کتاب تقریباً چوتھی صدی ہجری کے آخر میں تدوین ہوئی) مگر یہ کتاب ابھی بھی علم وحکمت کے متلاشی افراد کے لیے اپنے اندر معارف کے بحر بیکراں سموئے ہوئے ہے۔ سید رضی کی ولادت: ۳۵۹ھ کو بغداد میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی محمد بن حسین اور لقب شریف رضی ہے۔[5] خود مولف اس کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ:

---

[1] ۔ اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔ (سورۃ القلم۔ ۴) (وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ)

[2] ۔ سورۃ آل عمران۔ ۱۶۴ (لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ) (۱۶۴۔ ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا)

[3] بحار الانوار، محمد بن باقر مجلسی، ج۲۱، ص۲۸۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، چ۲

[4] نہج البلاغہ، مفتی جعفر حسین، المعراج کمپنی، لاہور، ۲۰۰۳م

[5] ۔ النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ، ابن تغری بردی، ج۴، ص۲۴۰، ڈیجیٹل نسخہ

"میں نے اسے نہج البلاغہ کا نام دیا؛ کیونکہ یہ بلاغت کے دروازے ہر اس شخص پر کھول دیتی ہے جو اس میں نظر کرنا چاہتا ہے اور طالبانِ بلاغت کو اس کی جانب بلاتی ہے۔"[1]

اور اس مجموعے کی جمع آوری سے خود سید رضی کی علمی شخصیت کی قدآوری کا پتہ چلتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: عقول الفضلاء في أطراف أقلامها [2] فضلاء کی عقل ان کے قلموں سے ظاہر ہوتی ہے۔

نہج البلاغہ کا اٹھارہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجموں کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اس کی متعدد شرحیں اور تکملے بھی لکھے گئے ہیں۔ بعض نے ان کی تعداد تین سو سے زیادہ ذکر کی ہے اور یہ سب اس کی افادیت اور مقبولیت کی دلیل ہے۔ مشہور عربی، فارسی اور اردو زبان کی شروحات اور ترجموں میں ابن ابی الحدید، مصری استاد شیخ محمد عبدہ، محمد باقر اصفہانی، قطب الدین راوندی، ابن میثم بحرانی، ناصر مکارم شیرازی، سید ظفر مہدی، مفتی جعفر حسین، سید محمد عسکری جعفری، علی نقی فیض الاسلام، سید جعفر شہیدی و دیگر۔۔ قابل الذکر ہیں۔[3]

پہلا حصہ: رسول اللہ ﷺ کا خاندانی تعارف

رسول اللہ ﷺ کی ذات خاتم النبیین ہونے کے ساتھ تمام انبیاء میں پائے جانے والی اوصاف حمیدہ کی مالک تھی۔ آپ کا شجرہ نسب پاکیزہ اور اعلی شرافت واخلاقی مظاہر کا حامل تھا۔ آپ کے تمام تر اجداد خدا پرست اور ہر قسم کے شرک کی نجاست سے مطہر تھے۔

وأَشْـهَدُ أَنَّـه عَـدْلٌ عَـدَلَ وحَكَـمٌ فَصَلَ،ـ وأَشْـهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُه ورَسُولُه وسَيِّدُ عِبَادِه، كُلَّمَا نَسَخَ اللَّه الْخَلْقَ فِرْقَتَيْنِ جَعَلَه فِي خَيْرِهِمَا، لَمْ يُسْهِمْ فِيه عَاهِرٌ ولَا ضَرَبَ فِيه فَاجِرٌ.

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے، رسول اور بندوں کے

---

[1] نہج البلاغہ، مفتی جعفر حسین، ج۱، ص۵۹

[2] غرر الحکم و درر الکلم، عبد الواحد تمیمی، ج۱، ص۴۶۷، ح۵۵، دار الکتاب الاسلامی، چ۲ قم، ۱۴۱۰ق

[3] https://ur.wikishia.net/

سید و سردار ہیں۔ شروع سے انسانی نسل میں جہاں جہاں پر سے شاخیں الگ ہوئیں ہر منزل میں وہ شاخ جس میں اللہ نے آپ کو قرار دیا تھا دوسری شاخوں سے بہتر ہی تھی۔ آپ کے نسب میں کسی بدکار کا ساجھا اور کسی فاسق کی شرکت نہیں۔[1]

گویا کہ رسول اللہ ﷺ کا سارا کا سارا سلسلہ نسب طہارت اور یکتا پرستی سے بھرپور ہے۔ اور بلاشبہ یہ رسول اللہ کے آباؤ اجداد کے اصلاب اور ارحام کی پاکیزگی اور قدر و منزلت کی دلیل ہے۔

فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِي أَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وأَقَرَّهُمْ فِي خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ، تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَائِمُ الأَصْلَابِ إِلَى مُطَهَّرَاتِ الأَرْحَامِ، كُلَّمَا مَضَى مِنْهُمْ سَلَفٌ، قَامَ مِنْهُمْ بِدِينِ اللَّه خَلَفٌ. حَتَّى أَفْضَتْ كَرَامَةُ اللَّه سُبْحَانَه وتَعَالَى إِلَى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله، فَأَخْرَجَه مِنْ أَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتاً وأَعَزِّ الأَرُومَاتِ مَغْرِساً مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي صَدَعَ مِنْهَا أَنْبِيَاءَه، وانْتَجَبَ مِنْهَا أُمَنَاءَه عِتْرَتُه خَيْرُ الْعِتَرِ وأُسْرَتُه خَيْرُ الأُسَرِ وشَجَرَتُه خَيْرُ الشَّجَرِ، نَبَتَتْ فِي حَرَمٍ وبَسَقَتْ فِي كَرَمٍ، لَهَا فُرُوعٌ طِوَالٌ وثَمَرٌ لَا يُنَالُ -

اس نے انبیاء کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب ان میں سے کوئی گذر جانے والا گذر گیا دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد ﷺ تک پہنچا جنہیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشو و نما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا۔ اس شجرہ سے کہ جس سے انبیاء پیدا کیے گئے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔ ان کی عزت بہترین عزت اور قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے جو سرزمین حرم پر اُگا اور بزرگی کے سائے میں بڑھا۔ جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے

[1] خطبہ ۲۱۲، ج ۲، ص ۵۱۶

باہر ہیں۔[1]

اخْتَارَه مِنْ شَجَرَةِ الأَنْبِيَاءِ، ومِشْكَاةِ الضِّيَاءِ وذُؤَابَةِ الْعَلْيَاءِ، وسُرَّةِ الْبَطْحَاءِ ومَصَابِيحِ الظُّلْمَةِ، ويَنَابِيعِ الْحِكْمَةِ،طَبِيبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّه قَدْ أَحْكَمَ مَرَاهِمَه، وأَحْمَى مَوَاسِمَه يَضَعُ ذَلِكَ حَيْثُ الْحَاجَةُ إِلَيْه، مِنْ قُلُوبٍ عُمْيٍ وآذَانٍ صُمٍّ، وأَلْسِنَةٍ بُكْمٍ، مُتَتَبِّعٌ بِدَوَائِه مَوَاضِعَ الْغَفْلَةِ، ومَوَاطِنَ الْحَيْرَةِ لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِأَضْوَاءِ الْحِكْمَةِ.

انہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو)انبیاء کے شجرہ، روشنی کے مراکز(آل ابراہیم)،بلندی کی جبین(قریش)،بطحا کی ناف(مکہ) اور اندھیرے کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں سے منتخب کیا۔ وہ ایک طبیب تھے جو اپنی حکمت و طب کو لیے چکر لگا رہا ہو،اس نے اپنے مرہم ٹھیک ٹھاک کر لیے ہوں اور داغنے کے آلات تپا لیے ہوں۔وہ اندھے دلوں ، بہرے کانوں، گونگی زبانوں(کے علاج معالجے) میں جہاں ضرورت ہوتی ہے ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو اور ایسے غفلت زدہ اور حیرانی و پریشانی کے مارے ہوؤں کی کھوج میں لگا رہتا ہو۔[2]

انبیاء کی پاکیزگی اور عصمت منصب نبوت کے ساتھ لازم و ملزوم ہے، تاکہ ان کی باتیں قابل اعتماد ہوں اور لوگوں کی ہدایت میں کسی قسم کا سہو واقع نہ ہو اور اسی طرح ان میں خاندانی یا ذاتی ایسی صفات نہ ہوں جو لوگوں کے متنفر ہونے کا سبب بنیں۔خواجہ طوسیؒ اسی بارے میں نبی کے لیے عصمت کے وجوب کو بیان کرتے ہیں تاکہ اس سے نبی پر لوگوں کا اطمئنان حاصل ہو، پیروی ثابت ہو،اسی طرح نبی کی عقل و ہوش، قوت ارادہ و فیصلہ اور عدم سہو ضروری ہیں۔[3]

---

[1] خطبہ ۹۲،ج ۱، ص ۲۵۱

[2] خطبہ ۱۰۶،ج ۱، ص ۲۷۱

[3] تجرید الاعتقاد، نصیر الدین طوسی، ج ۱، ص ۲۱۳، مکتب الاعلام الاسلامی، تہران، ۱۴۰۷ھ، چاپ اول

وَلَقَدْ قَرَنَ اللَّهُ بِهِ صلی اللہ علیہ وآلہ، مِنْ لَدُنْ أَنْ كَانَ فَطِيماً أَعْظَمَ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَتِهِ، يَسْلُكُ بِهِ طَرِيقَ الْمَكَارِمِ، ومَحَاسِنَ أَخْلَاقِ الْعَالَمِ لَيْلَه ونَهَارَه۔

اللہ نے آپ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگادیا تھا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا۔[1]

امام جعفر صادقؑ آیت مبارکہ وَ كَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا [2] (اور اسی طرح ہم نے اپنے امر میں سے ایک روح آپ کی طرف وحی کی ہے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

خَلْقٌ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَعْظَمُ مِنْ جَبْرَئِيلَ وَ مِيكَائِيلَ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ص يُخْبِرُهُ وَ يُسَدِّدُهُ وَ هُوَ مَعَ الْأَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهِ .[3]

اللہ کی مخلوقات میں سے ایسی مخلوق ہے جو جبرائیل اور میکائیل سے زیادہ باعظمت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتی تھی، ان کو خبریں دیتی، ان کی مدد کرتی اور ان کے بعد آئمہؑ کے ساتھ ہوتی تھی۔

دوسرا حصہ: رسول اللہ ﷺ کے ذاتی فضائل وصفات

بلاشبہ رسول اکرم ﷺ کی ذات تمام تر انسانیت کے لیے زندگی کے تمام پہلوؤں میں نمونہ عمل ہے۔آپ ﷺ کی ذاتی زندگی ہو یا اجتماعی، معاشرتی ہو یا معاشی، عبادی ہو، جہادی یا زندگی کے جتنے بھی شعبہ جات ہوں، ہر معاملے میں آپ ﷺ کی سیرت کامل ترین اور بہترین نقوش کی حامل ہے۔امام صادقؑ پیغمبر اسلام ﷺ کی تربیت کے ماخذ کے بارے میں فرماتے ہیں: إِنَ اللَّهَ أَدَّبَ نَبِيَّهُ فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَه [4]۔ اللہ نے اپنے پیغمبر (محمد ﷺ) کو تادیب کیا اور کیا خوب ان کی تربیت کی۔

---

[1] خطبہ ۱۹۰، ج ۲، ص ۴۶۸

[2] سورہ شوری ۵۲

[3] الاصول من الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، ج ۱، ص ۲۷۳، دار الکتب الاسلامیہ، تھران، ۱۴۰۷ھ، چاپ چھارم
بصائر الدرجات فی فضائل آل محمد علیہم السلام، محمد بن حسن صفار، ج ۱۔ ص ۳۷۸، مکتبہ آیت اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۴ھ،

[4] چاپ دوم

ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و کردار اور بیان شدہ صفات سے متعلق کلام کو پیش کیا جارہا ہے اور آخر میں ان کی جمع بندی کی جائے گی۔

جَعَلَه اللّٰه بَلَاغاً لِرِسَالَتِه وكَرَامَةً لأُمَّتِه، ورَبِيعاً لأَهْلِ زَمَانِه ورِفْعَةً لأَعْوَانِه وشَرَفاً لأَنْصَارِه.

اللہ نے ان کو پیغام رسانی اور امت کی سر فرازی کا ذریعہ، اہل عالم کے لیے بہار اور یار و انصار کی رفعت و عزت کا سبب قرار دیا۔[1]

فَهُوَ إِمَامُ مَنِ اتَّقَى وبَصِيرَةُ مَنِ اهْتَدَى، سِرَاجٌ لَمَعَ ضَوْؤُه وشِهَابٌ سَطَعَ نُورُه، وزَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُه سِيرَتُه الْقَصْدُ وسُنَّتُه الرُّشْدُ وكَلَامُه الْفَصْلُ وحُكْمُه الْعَدْلُ۔

وہ پرہیزگاروں کے امام، ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے (سرچشمہ) بصیرت ہیں۔ وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے، اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیاء پاش، اور ایسا چقماق، جس کی ضو شعلہ فشاں ہے۔ ان کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت ہدایت کرنا ہے۔ ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا اور حکم عین عدل ہے۔[2]

مُسْتَقَرُّه خَيْرُ مُسْتَقَرٍّ، ومَنْبِتُه أَشْرَفُ مَنْبِتٍ، فِي مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ، ومَمَاهِدِ السَّلَامَةِ، قَدْ صُرِفَتْ نَحْوَه أَفْئِدَةُ الأَبْرَارِ، وثُنِيَتْ إِلَيْه أَزِمَّةُ الأَبْصَارِ، دَفَنَ اللّٰه بِه الضَّغَائِنَ وأَطْفَأَ بِه الثَّوَائِرَ أَلَّفَ بِه إِخْوَاناً، وفَرَّقَ بِه أَقْرَاناً، أَعَزَّ بِه الذِّلَّةَ، وأَذَلَّ بِه الْعِزَّةَ، كَلَامُه بَيَانٌ وصَمْتُه لِسَانٌ.

بزرگی اور شرافت کے معدنوں اور پاکیزگی کی جگہوں میں ان کا مقام بہترین مقام اور مرزبوم بہترین مرزبوم ہے۔ ان کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دیے گئے ہیں اور نگاہوں کے رخ موڑ دیے گئے ہیں۔ خدا نے ان کی وجہ

---

[1] خطبہ ۱۹۶، ج ۲، ص ۴۹۰

[2] خطبہ ۹۲، ج ۱، ص ۲۵۲

سے فتنے دبا دیے اور عداوتوں کے شعلے بجھا دیے۔ بھائیوں میں الفت پیدا کی اور جو کفر میں اکٹھے تھے، انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ اسلام کی پستی و ذلت کو عزت بخشی اور کفر کی عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا۔ ان کا کلام شریعت کا بیان اور سکوت احکام کی زبان تھی۔[1]

ونَشْـــهَدُ أَنْ لَا إِلَـــه غَـــيْرُه وأَنَّ مُحَمَّـــداً نَجِيبُـــه وبَعِيثُـــه شَهَادَةً يُوَافِقُ فِيهَا السِّرُّ الإِعْلَانَ والْقَلْبُ اللِّسَانَ.

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور فرستادہ رسول ہیں۔ ایسی گواہی کہ جس میں ظاہر و باطن یکساں اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔[2]

ولَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّه صلى‌الله‌عليه‌وآله كَافٍ لَكَ فِي الأُسْوَةِ، ودَلِيلٌ لَكَ عَلَى ذَمِّ الدُّنْيَا وعَيْبِهَا، وكَثْرَةِ مَخَازِيهَا ومَسَاوِيهَا، إِذْ قُبِضَتْ عَنْه أَطْرَافُهَا ووُطِّئَتْ لِغَيْرِه أَكْنَافُهَا، وفُطِمَ عَنْ رَضَاعِهَا، وزُوِيَ عَنْ زَخَارِفِهَا.

فَتَأَسَّ بِنَبِيِّكَ الأَطْيَبِ الأَطْهَرِ صلى‌الله‌عليه‌وآله، فَإِنَّ فِيه أُسْوَةً لِمَنْ تَأَسَّى وعَزَاءً لِمَنْ تَعَزَّى، وأَحَبُّ الْعِبَادِ إِلَى اللَّه الْمُتَأَسِّي بِنَبِيِّه، والْمُقْتَصُّ لأَثَرِه، قَضَمَ الدُّنْيَا قَضْماً ولَمْ يُعِرْهَا طَرْفاً، أَهْضَمُ أَهْلِ الدُّنْيَا كَشْحاً، وأَخْمَصُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا بَطْناً.

تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و عمل پیروی کے لیے کافی ہے اور ان کی ذات دنیا کے عیب و نقص اور اس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کے لیے رہنما ہے۔ اس لیے کہ اس دنیا کے دامنوں کو ان سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کے لیے اس کی وسعتیں مہیا کر دی گئیں اور اس (زال دنیا کی چھاتیوں سے) آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا اور اس کی آرائشوں سے آپ کا رخ موڑ دیا گیا۔

[1] خطبہ ۹۴، ج ۱، ص ۲۵۳

[2] خطبہ ۱۳۰، ج ۲، ص ۳۲۲

تم اپنے پاک و پاکیزہ نبی کی پیروی کرو، چونکہ ان کی ذات اتباع کرنے والے کے لیے نمونہ اور صبر کرنے والے کے لیے ڈھارس ہے۔ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ جنہوں نے دنیا کو صرف ضرورت بھر چکھا اور اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا۔ وہ دنیا میں سب سے زیادہ شکم تہی میں بسر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے۔[1]

وحَكَى عَنْه أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْبَاقِرُ عليه‌السلام أَنَّه قَالَ :كَانَ فِي الأَرْضِ أَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللَّه، وقَدْ رُفِعَ أَحَدُهُمَا فَدُونَكُمُ الآخَرَ فَتَمَسَّكُوا بِه: أَمَّا الأَمَانُ الَّذِي رُفِعَ فَهُوَ رَسُولُ اللَّه صلى‌الله‌عليه‌وآله، وأَمَّا الأَمَانُ الْبَاقِي فَالِاسْتِغْفَارُ قَالَ اللَّه تَعَالَى: وما كانَ الله لِيُعَذِّبَهُمْ وأَنْتَ فِيهِمْ، وما كانَ الله مُعَذِّبَهُمْ وهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ-

قال الرضي، وهذا من محاسن الاستخراج ولطائف الاستنباط.

ابو جعفر محمد بن علی الباقرؑ نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: دنیا میں عذاب خدا سے دو چیزیں باعث امان تھیں ،ایک ان میں سے اٹھ گئی، مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے۔لہذا اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ وہ امان جو اٹھالی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے،اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا"اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم ان میں موجود ہو۔" اللہ ان پر عذاب نہیں اتارے گا جبکہ یہ لوگ توبہ و استغفار کررہے ہوں گے۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بہترین استخراج اور عمدہ نکتہ آفرینی ہے۔[2]

علامہ ذیشان جوادی یہاں اس حکمت کے ذیل میں بیان کرتے ہیں کہ استغفار وہ عظیم ترین عمل ہے جو انسان کو دنیا و آخرت دونوں میں عتاب و عذاب الٰہی سے محفوظ بنا سکتا ہے اور مکہ میں سرکار

[1] خطبہ ۱۵۸، ج ۲، ص ۷۱-۳، ۷۰-۳

[2] حکمت ۸۸، ج ۳، ص ۱۹۷

دوعالم ﷺ کے وجود کا بدل بن سکتا ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ استغفار صرف زبان سے استغفر اللہ کہنے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ سرکار دوعالم کی تعلیمات پر وہ مکمل عمل ہے جو آپ کے ظاہری وجود کے نہ ہونے کی صورت میں آپ کے وجود کی تاثیر کو باقی رکھ سکے۔[1]

حَتَّى بَعَثَ اللهُ مُحَمَّداً صلی‌اللہ‌علیہ‌وآلہ، شَهِيداً وبَشِيراً ونَذِيراً، خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلًا، وأَنْجَبَهَا كَهْلًا، وأَطْهَرَ الْمُطَهَّرِينَ شِيمَةً، وأَجْوَدَ الْمُسْتَمْطَرِينَ دِيمَةً۔

آخر اللہ نے محمد ﷺ کو بھیجا درآن حالیکہ وہ گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے جو بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی شرفِ کائنات تھے اور پاک لوگوں میں خوخصلت ہونے کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جود وسخا میں ابر صفت، برسائے جانے والوں میں سب سے لگاتار برسنے والے تھے۔[2]

فَإِنَّ اللهَ جَعَلَ مُحَمَّداً صلی‌اللہ‌علیہ‌وآلہ عَلَماً لِلسَّاعَةِ، ومُبَشِّراً بِالْجَنَّةِ ومُنْذِراً بِالْعُقُوبَةِ، خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا خَمِيصاً ووَرَدَ الآخِرَةَ سَلِيماً۔

اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو قرب قیامت کی نشانی اور جنت کی خوشخبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا قرار دیا ہے۔ دنیا سے آپ بھوکے نکل کھڑے ہوئے اور آخرت میں سلامتیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔[3]

حَتَّى أَوْرَى قَبَساً لِقَابِسٍ، وأَنَارَ عَلَماً لِحَابِسٍ، فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ، وشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ، وبَعِيثُكَ نِعْمَةً، ورَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً۔

یہاں تک کہ آپ ﷺ نے روشنی ڈھونڈنے والے کے لیے شعلے بھڑکائے اور

---

[1] نہج البلاغہ، ذیشان حیدر جوادی، حکمت ۸۸، ص ۶۵۸، محفوظ بک ایجنسی، کراچی، ۱۹۹۹ء، چاپ اول
[2] خطبہ ۱۰۳، ج ۱، ص ۲۶۵
[3] خطبہ ۱۵۸، ج ۲، ص ۳۷۲

(راستہ کھو کر) سواری کے روکنے والے کے لیے نشانات روشن کیے۔ (اے اللہ!)
وہ تیرے بھروسے کا امین اور قیامت کے دن تیرا (ٹھہرایا ہوا) گواہ ہے۔ وہ تیرا نبی
مرسل ورسول برحق ہے۔ جو (دنیا کے لیے) نعمت ورحمت ہے۔[1]

ابن ابی الحدید اس خطبے کے ذیل میں اپنے استاد ابوجعفر سے پوچھتے ہیں کہ میں نے اصحاب کے بہت سے کلام اور خطبات کو دیکھا ہے مگر جس عظمت کے ساتھ امیر المومنینؑ نے رسول اللہ ﷺ کو یاد کیا ہے اس جیسا کسی نے نہیں کیا نہ ان جیسی کسی نے رسول کے لیے دعا کی ہے۔

ابوجعفر نے کہا: صحابہ کا کلام تو تدوین نہیں ہوا کہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کیسے رسول کا تذکرہ کیا۔ پھر فرمایا: علی کا رسول پر کامل ایمان تھا، وہ ان کی باقاعدہ تصدیق کرتے تھے اور ان پر بغیر کسی شک کے پختہ عقیدہ رکھتے تھے اور ان کے احکامات کو اجرا کرتے تھے۔ ان تمام صفات کے ساتھ ساتھ وہ رسول کو بہت پسند کرتے تھے، کیونکہ ان سے نسبت بھی قریبی تھی اور ان کے ہی تربیت یافتہ تھے اور ان کے قریب ایسا مقام رکھتے تھے جو دیگر صحابہ کا نہیں تھا۔ یہی ترتیب رسول ﷺ بھی علی کے ساتھ رکھتے تھے، کیونکہ وہ دونوں ایک روح دو قالب تھے۔ ان کے والد ایک تھے (کیونکہ ابوطالب ہی رسول کے کفیل تھے) اور اخلاقی لحاظ سے بھی دونوں متناسب ترین تھے۔ علی کی خواہش تھی کہ اسلام پھیلے تو وہ کیونکر رسول کی تعظیم نہ کرتے اور کلمہ حق کا اعلان نہ کرتے۔[2]

وَلَقَدْ كَانَ صلی اللہ علیہ وآلہ يَأْكُلُ عَلَى الأَرْضِ، ويَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ ويَخْصِفُ بِيَدِه نَعْلَه، ويَرْقَعُ بِيَدِه ثَوْبَه ويَرْكَبُ الْحِمَارَ الْعَارِيَ، ويُرْدِفُ خَلْفَه۔

رسول اللہ ﷺ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے، اپنے ہاتھ سے جوتی ٹانکتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے اور بے پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھا بھی لیتے تھے۔[3]

---

[1] خطبہ ۱۰۴، ج ۱، ص ۲۶۸
[2] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۷، ص ۱۱۴، دار الکتاب العربی، بغداد، ۱۴۲۸ھ، چاپ اول
[3] خطبہ ۱۵۸، ج ۲، ص ۳۱۷

وَلَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صلی‌اللہ‌علیہ‌وآلہ، مَا يَدُلُّكَ عَلَى مَسَاوِئِ الدُّنْيَا وَعُيُوبِهَا، إِذْ جَاعَ فِيهَا مَعَ خَاصَّتِهِ، وَزُوِيَتْ عَنْهُ زَخَارِفُهَا مَعَ عَظِيمِ زُلْفَتِهِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے عادات و خصائل میں) ایسی چیزیں ہیں کہ جو تمہیں دنیا کے عیوب و قبائح کا پتہ دیں گی۔ جبکہ آپ اس دنیا میں اپنے خاص افراد سمیت بھوکے رہا کرتے تھے اور باوجود انتہائی قرب و منزلت کے اس کی آرائشیں ان سے دور رکھی گئیں۔[1]

اگر مندرجہ بالا تمام عادات و صفات کو یکجا کیا جائے تو بغیر کسی شک و شبہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تمام تر خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے برگزیدہ بندے اور فرستادہ رسول ہونے کے ساتھ امت بالخصوص اعوان و انصار کی کامیابی کا سبب، متقین اور ہدایت کے طلبگاروں کے لیے سرچشمہ نور، اخوت و برادری کی وجہ، کفر کو تہہ و تیغ کرنے والے، فتنوں کی تباہی، دنیا سے بے رغبت، مشکلات کے مقابلے میں صابر ترین، اہل عالم کے لیے باعث امان، نعمت و رحمت، بہترین نمونہ عمل، بشارت دینے والے، ڈرانے والے، سخی ترین، امانت دار، گواہی دینے والے اور شرفِ کائنات تھے۔ ذاتی زندگی میں اپنے کام خود انجام دیتے، چاہے وہ جوتے یا کپڑوں کو پیوند لگانا ہی کیوں نہ ہو، شکم تہی کے باوجود صبر و شکر کے ساتھ، دنیا کی آسائشوں کے بغیر زندگی گذارتے تھے۔ آپ اخلاق حسنہ کے اعلی ترین مقام پر فائز ہیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرماتے ہیں: إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ؛[2] میں اعلی اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

تیسرا حصہ: بعثت سے مربوط حالات

نہج البلاغہ کے بہت سے خطبات میں امیر المومنینؑ نے جزیرہ عرب اور وہاں کے باشندوں کی ابتر حالات اور بعثت کے اہداف کو بیان کیا کہ وہاں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے کیا حالات اور صورتحال تھی اور رسولؐ کی آمد کے بعد انسانیت کی اقدار کتنی بہترین ہو گئیں، توہم پرستی، حقیقت

[1] خطبہ ۱۵۸، ج۲، ص ۳۷۲

[2] مکارم الاخلاق، حسن بن فضل طبرسی، ص۸، ناشر الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۲ھ، چاپ دوم

پسندی میں بدل گئی، جنگ و خون ریزی عدل و مساوات میں تبدیل ہو گئی، مادی منفعت اور معیارات اصل میں روحانی اور معنوی معیارات میں منقلب ہو گئے اور ذلیل و خوار افراد اپنے ایمان و اخلاق کے بل بوتے پر صاحب منزلت شمار ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کی تبلیغات کا محور دراصل یہی تعلیمات تھیں کہ انسانیت کو گمراہی اور ضلالت سے نکال کر اوج کمال تک پہنچا دیں۔

۱۔ رہائشی اور معاشی ابتر صورتحال:

امیر المومنین علیہ السلام نے بعثت سے قبل کے حالات کی جو منظر کشی کی ہے اس کے مطابق عرب زندگی کرنے اور رہائش کے معیارات بہت ہی خراب اور ابتر صورتحال سے دوچار تھے یہاں تک کہ زندگی گذارنے کے لیے بنیادی ضروریات کا بھی فقدان تھا۔ جیسا کہ امامؑ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّداً صلی‌الله‌علیه‌وآله نَذِيراً لِلْعَالَمِينَ، وأَمِيناً عَلَى التَّنْزِيلِ، وأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلَى شَرِّ دِينٍ وفِي شَرِّ دَارٍ، مُنِيخُونَ بَيْنَ حِجَارَةٍ خُشْنٍ وحَيَّاتٍ صُمٍّ تَشْرَبُونَ الْكَدِرَ وتَأْكُلُونَ الْجَشِبَ وتَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وتَقْطَعُونَ أَرْحَامَكُمْ، الأَصْنَامُ فِيكُمْ مَنْصُوبَةٌ والآثَامُ بِكُمْ مَعْصُوبَةٌ۔

اللہ تبارک و تعالی نے محمد ﷺ کو تمام جہانوں کو (ان کی بداعمالیوں سے) متنبہ کرنے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گروہ عرب! اس وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں تھے، کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بود و باش رکھتے تھے۔ تم گدلا پانی پیتے اور موٹا جھوٹا کھاتے تھے، ایک دوسرے کا خون بہاتے اور رشتہ قرابت قطع کیا کرتے تھے۔ بت تمہارے درمیان گڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چمٹے ہوئے تھے۔[1]

[1] خطبہ ۲۶، ج۱، ص ۱۳۸

شارح بحرانی اس خطبے کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ عرب کی زندگی کی ابتری ایسی تھی کہ کسی نے اعرابی سے پوچھا کہ تم لوگ اس بیابان میں کونسے حیوانات کو خوراک بناتے ہو؟ اس نے کہا: زمین پر ہر چلنے والی چیز کو ہم کھالیتے ہیں سوائے ام جبین کے کیونکہ اس جانور کے سر میں بہت زہر بھرا ہوتا ہے۔[1]

۲۔ عرب کے اعتقادی مسائل:

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل لوگ مختلف ادیان و مذاہب کے حامل تھے۔ بت پرستی اور شرک کا دور دورہ تھا اور جاہلیت کے سبب اپنے آباؤاجداد کے فرسودہ نظریات پر قائم تھے۔ کوئی گروہ خدا کو مخلوقات کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے، جبکہ کوئی اس کے اسماء وصفات کا غلط اطلاق دوسروں پر کرتے اور کوئی توخدا کے علاوہ دیگر مخلوقات اور بتوں کو اپنا معبود قرار دیتے تھے۔

والنَّاسُ فِي فِتَنٍ انْجَذَمَ فِيهَا حَبْلُ الدِّينِ، وتَزَعْزَعَتْ سَوَارِي الْيَقِينِ، واخْتَلَفَ النَّجْرُوتَشَتَّتَ الأَمْرُ، وضَاقَ الْمَخْرَجُ وعَمِيَ الْمَصْدَرُ، فَالْهُدَى خَامِلٌ والْعَمَى شَامِلٌ، عُصِيَ الرَّحْمَنُ ونُصِرَ الشَّيْطَانُ وخُذِلَ الإِيمَانُ، فَانْهَارَتْ دَعَائِمُه وتَنَكَّرَتْ مَعَالِمُه، ودَرَسَتْ سُبُلُه وعَفَتْ شُرُكُه، أَطَاعُوا الشَّيْطَانَ فَسَلَكُوا مَسَالِكَه ووَرَدُوا مَنَاهِلَه، بِهِمْ سَارَتْ أَعْلَامُه وقَامَ لِوَاؤُه، فِي فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ بِأَخْفَافِهَا و وَطِئَتْهُمْ بِأَظْلَافِهَا، وقَامَتْ عَلَى سَنَابِكِهَا فَهُمْ فِيهَا تَائِهُونَ حَائِرُونَ جَاهِلُونَ مَفْتُونُونَ، فِي خَيْرِ دَارٍ وشَرِّ جِيرَانٍ، نَوْمُهُمْ سُهُودٌ وكُحْلُهُمْ دُمُوعٌ ، بِأَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ وجَاهِلُهَا مُكْرَمٌ.

(اس وقت حالت یہ تھی کہ) لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جہاں دین کے بندھن شکستہ، یقین کے ستون متزلزل، اصول مختلف اور حالات پراگندہ تھے، نکلنے کی راہیں تنگ وتاریک تھیں۔ ہدایت گمنام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ (کھلے خزانوں) اللہ کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کو مدد دی جارہی تھی۔ ایمان بے سہارا تھا۔ چنانچہ اس کے ستون گرگئے، اس کے نشان تک پہچاننے میں نہ آتے

[1] شرح نہج البلاغہ، کمال الدین ابن میثم بحرانی، ج ۲، ص ۵۳، بنیاد پژوهشهای اسلامی، مشهد، ۱۳۷۵ش، چاپ اول

تھے۔اس کے راستے مٹ گئے۔اور شاہراہیں اجڑ گئیں۔وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کے راہوں پر چلنے لگے اور اس کے گھاٹ پر اتر پڑے۔انہی کی وجہ سے اس کے پھریرے ہر طرف لہرانے لگے تھے،ایسے فتنوں میں جو انہیں اپنے سموں سے روندتے اور اپنے کھروں سے کچلتے تھے اور اپنے پنجوں کے بل مضبوطی سے کھڑے ہوئے تھے، تو وہ لوگ ان میں حیران و سر گرداں، جاہل و فریب خوردہ تھے۔ایک ایسے گھر میں جو خود اچھا مگر اس کے بسنے والے برے تھے، جہاں نیند کی بجائے بیداری اور سرمے کی بجائے آنسو تھے۔اس سرزمین پر عالم کے منہ میں لگام تھی اور جاہل معزز اور سرفراز تھا۔[1]

اس گمراہی اور ضلالت کا ایک سبب رسولوں کا موجود نہ ہونا تھا یعنی کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد ایک طویل دورانیہ گذرا جس میں بشریت رسول کے وجود سے بے بہرہ اور محروم ہونے سمیت غفلت کا شکار تھی۔امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

أَرْسَلَه عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وهَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ وغَبَاوَةٍ مِنَ الأُمَمِ.

اللہ نے انہیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رُکا ہوا تھا۔بد عملی پھیلی ہوئی اور امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔[2]

أَرْسَلَه عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وتَنَازُعٍ مِنَ الأَلْسُنِ، فَقَفَّى بِه الرُّسُلَ، وخَتَمَ بِه الْوَحْيَ، فَجَاهَدَ فِي اللّٰه الْمُدْبِرِينَ عَنْه والْعَادِلِينَ بِه.

اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپ کے ذریعے سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔آپؐ نے اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے ہوئے تھے اور

[1] خطبہ ۲،ج ا،ص ۸۱

[2] خطبہ ۹۲،ج ا،ص ۲۵۲

دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے۔[1]

ابن اثیر فترۃ کے معنی کو یوں بیان کرتے ہیں: ''دو رسولوں کا درمیانی فاصلہ جس میں رسالت منقطع ہو جیسے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ کی بعثت کا درمیانہ فاصلہ''[2]

ثُمَّ إِنَّ اللّه سُبْحَانَه بَعَثَ مُحَمَّداً صلی‌الله‌علیه‌وآله بِالْحَقِّ حِينَ دَنَا مِنَ الدُّنْيَا الِانْقِطَاعُ وأَقْبَلَ مِنَ الآخِرَةِ الِاطِّلَاعُ، وأَظْلَمَتْ بَهْجَتُهَا بَعْدَ إِشْرَاقٍ وقَامَتْ بِأَهْلِهَا عَلَى سَاقٍ، وخَشُنَ مِنْهَا مِهَادٌ وأَزِفَ مِنْهَا قِيَادٌ، فِي انْقِطَاعٍ مِنْ مُدَّتِهَا واقْتِرَابٍ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وتَصَرُّمٍ مِنْ أَهْلِهَا وانْفِصَامٍ مِنْ حَلْقَتِهَا، وانْتِشَارٍ مِنْ سَبَبِهَا وعَفَاءٍ مِنْ أَعْلَامِهَا، وتَكَشُّفٍ مِنْ عَوْرَاتِهَا وقِصَرٍ مِنْ طُولِهَا، جَعَلَه اللّه بَلَاغاً لِرِسَالَتِه وكَرَامَةً لأُمَّتِه، ورَبِيعاً لأَهْلِ زَمَانِه ورِفْعَةً لأَعْوَانِه وشَرَفاً لأَنْصَارِه.

پھر یہ کہ اللہ سبحانہ نے محمد ﷺ کو اُس وقت حق کے ساتھ مبعوث کیا جبکہ فنا نے دنیا کے قریب ڈیرے ڈال دیے اور آخر سر پر منڈلانے لگی، اس کی رونقوں کا اجالا اندھیرے سے بدلنے لگا۔ اور اپنے رہنے والوں کے لیے مصیبت بن کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا فرش درشت و ناہموار ہو گیا اور فنا کے ہاتھوں میں باگ ڈور دینے کے لیے آمادہ ہو گئی۔ یہ اس وقت جب اس کی مدت اختتام پذیر اور (فنا کی) علامتیں قریب آ گئیں، اس کے بسنے والے تباہ اور اس کے حلقہ کی کڑیاں الگ ہونے لگیں۔ اس کے بندھن پراگندہ اور نشانات بوسیدہ ہو گئے، اس کے عیب کھلنے اور پھیلے ہوئے دامن سمٹنے لگے۔ اللہ نے ان کو پیغام رسانی اور امت کی سرفرازی کا ذریعہ، اہل عالم کے لیے بہار اور یار و انصار کی رفعت و عزت کا سبب قرار دیا۔[3]

---

[1] خطبہ ۱۳۱، ج ۲، ص ۳۲۴

[2] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، ابن اثیر مجد الدین، ج ۳، ص ۴۰۸، مکتبۃ العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ

[3] خطبہ ۱۹۶، ج ۲، ص ۴۸۹

بَعَثَه والنَّاسُ ضُلَّالٌ فِي حَيْرَةٍ، و خَابِطُونَ فِي فِتْنَةٍ، قَدِ اسْتَهْوَتْهُمُ الأَهْوَاءُ، واسْتَزَلَّتْهُمُ الْكِبْرِيَاءُ، واسْتَخَفَّتْهُمُ الْجَاهِلِيَّةُ الْجَهْلَاءُ حَيَارَى فِي زَلْزَالٍ مِنَ الأَمْرِ، وبَلَاءٍ مِنَ الْجَهْلِ-

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت میں بھیجا کہ جب لوگ حیرت و پریشانی کے عالم میں گم کردہ راہ تھے اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ نفسانی خواہشوں نے انہیں بھٹکا دیا تھا اور غرور نے بہکا دیا تھا اور بھرپور جاہلیت نے ان کی عقلیں کھو دی تھیں اور حالات کے ڈانواں ڈول ہونے اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران و پریشان تھے۔[1]

بعثت کے اغراض و مقاصد:

عرب کے جاہلیت زدہ معاشرے کو شرک اور گناہوں کی تاریکیوں سے دور کرنے کے لیے رسول اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی آمد ہوئی۔ اور آپ کی تشریف آوری کا سب سے اہم مقصد لوگوں کو یکتا پرست بنانا اور فطرت الٰہیہ کی طرف لوٹانا تھا۔

فَبَعَثَ اللَّهُ مُحَمَّداً صلی‌اللہ‌علیہ‌وآلہ بِالْحَقِّ، لِيُخْرِجَ عِبَادَه مِنْ عِبَادَةِ الأَوْثَانِ إِلَى عِبَادَتِه، ومِنْ طَاعَةِ الشَّيْطَانِ إِلَى طَاعَتِه، بِقُرْآنٍ قَدْ بَيَّنَه وأَحْكَمَه، لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ إِذْ جَهِلُوه، ولِيُقِرُّوا بِه بَعْدَ إِذْ جَحَدُوه، ولِيُثْبِتُوه بَعْدَ إِذْ أَنْكَرُوه-

اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا؛ تاکہ اس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی طرف، اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں، تاکہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اسے جان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں۔[2]

---

[1] خطبہ ۹۳، ج ۱، ص ۲۵۲

[2] خطبہ ۱۴۵، ج ۲، ص ۳۴۲

فَبَالَغَ صلی اللهعلیهوآله فِي النَّصِيحَةِ، ومَضَى عَلَى الطَّرِيقَةِ، ودَعَا إِلَى الْحِكْمَةِ والْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا۔ خود سیدھے راستے پر جمے رہے اور حکمت و دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انہیں بلاتے رہے۔[1]

أَرْسَلَه بِالضِّيَاءِ وقَدَّمَه فِي الِاصْطِفَاءِ، فَرَتَقَ بِه الْمَفَاتِقَ وسَاوَرَ بِه الْمُغَالِبَ، وذَلَّلَ بِه الصُّعُوبَةَ وسَهَّلَ بِه الْحُزُونَةَ، حَتَّى سَرَّحَ الضَّلَالَ عَنْ يَمِينٍ وشِمَالٍ.

اللہ نے انہیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا تو ان کے ذریعے سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں کو دور کیا اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جمالیا۔ مشکلوں کو سہل اور دشواریوں کو آسان بنایا یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط و تفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹایا۔[2]

وأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُه ورَسُولُه الصَّفِيُّ، وأَمِينُه الرَّضِيُّ صلى الله عليه وآله، أَرْسَلَه بِوُجُوبِ الْحُجَجِ وظُهُورِ الْفَلَجِ وإِيضَاحِ الْمَنْهَجِ، فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعاً بِهَا، وحَمَلَ عَلَى الْمَحَجَّةِ دَالاًّ عَلَيْهَا، وأَقَامَ أَعْلَامَ الِاهْتِدَاءِ ومَنَارَ الضِّيَاءِ، وجَعَلَ أَمْرَاسَ الإِسْلَامِ مَتِينَةً، وعُرَى الإِيمَانِ وَثِيقَةً.

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور برگزیدہ رسول اور پسندیدہ امین ہیں۔ خدا ان پر ان کے اہل بیتؑ پر رحمت فراواں نازل کرے، اللہ نے انہیں ناقابل انکار دلیلوں، واضح کامرانیوں اور راہ (شریعت) کی رہنمائیوں کے ساتھ بھیجا۔ چنانچہ آپؐ نے حق کو باطل سے چھانٹ کر اس کا پیغام پہنچایا، راہ حق دکھا کر اس پر لوگوں کو لگایا۔ ہدایت کے نشان اور روشنی کے مینار قائم

[1] خطبہ ۹۳، ج۱، ص ۲۵۲
[2] خطبہ ۲۱۱، ج۲، ص ۵۱۵

کیے۔اسلام کی رسیوں اور ایمان کے بندھنوں کو مستحکم کیا۔[1]

أَرْسَلَه دَاعِياً إِلَى الْحَقِّ، وشَاهِداً عَلَى الْخَلْقِ، فَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّه، غَيْرَ وَانٍ ولَا مُقَصِّرٍ، وجَاهَدَ فِي اللَّه أَعْدَاءَه، غَيْرَ وَاهِنٍ ولَا مُعَذِّرٍ۔ إِمَامُ مَنِ اتَّقَى وبَصَرُ مَنِ اهْتَدَى.

اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کو پہنچایا۔نہ اس میں سستی کی، نہ کوتاہی اور اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا، جس میں نہ کمزوری دکھائی، نہ حیلے بہانے کیے، وہ پرہیزگاروں کے امام اور ہدایت پانے والوں (کی آنکھوں) کے لیے بصارت ہیں۔[2]

مختصراً اگر ان خطبات کی روشنی میں بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہداف و مقاصد کو بیان کیا جائے تو شرک سے دوری، خدا کی جانب دعوت، قرآن کی تعلیمات کا بیان، حکمت و نصیحت کی تکرار، اصل منزل کی جانب رہنمائی، پریشانیوں کی دوری، راہِ حق کا نشان، اسلام کے ستونوں کی مضبوطی اور اس کے دشمنوں سے جہاد سر فہرست ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کا تذکرہ

امیر المومنینؑ بچپن سے لے کر آخری وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپؑ نے ہی آنحضرت کا غسل و کفن فرمایا اور دفن کے آخری لمحے تک آپ حاضر تھے۔اس وقت کی کیفیات اور حالات کو امیر المومنین خود یوں بیان فرماتے ہیں:

ولَقَدْ قُبِضَ رَسُولُ اللَّه صلی اللہ علیہ وآلہ وإِنَّ رَأْسَه لَعَلَى صَدْرِي، ولَقَدْ سَالَتْ نَفْسُه فِي كَفِّي فَأَمْرَرْتُهَا عَلَى وَجْهِي، ولَقَدْ وُلِّيتُ غُسْلَه صلی اللہ علیہ وآلہ والْمَلَائِكَةُ أَعْوَانِي، فَضَجَّتِ الدَّارُ والأَفْنِيَةُ، مَلأٌ يَهْبِطُ ومَلأٌ يَعْرُجُ، ومَا فَارَقَتْ سَمْعِي هَيْنَمَةٌ مِنْهُمْ،

---

[1] خطبہ ۱۸۳، ج۲، ص ۴۳۰

[2] خطبہ ۱۱۴، ج۱، ص ۲۹۱

يُصَلُّونَ عَلَيْه حَتَّى وَارَيْنَاه فِي ضَرِيحِه، فَمَنْ ذَا أَحَقُّ بِه مِنِّي حَيّاً وَمَيِّتاً؟

جب رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو ان کا سر اقدس میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں ان کی روح طیب نے مفارقت کی تو میں نے تبرکاً اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لیے۔ میں نے آپ کے غسل کا فریضہ انجام دیا۔ اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ (آپ کی رحلت سے) گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے۔ (فرشتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا) ایک گروہ اترتا تھا اور ایک گروہ چڑھتا تھا۔ وہ حضرت پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں چھپا دیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زائد ان کا حق دار کون ہو سکتا ہے؟[1]

بلاشبہ امیر المومنینؑ کی ذات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پوری زندگی مونس و غمخوار، آپ کے اسرار و رموز کی شراکت دار اور کار رسالت میں مددگار رہی۔ اسلام کی تعلیمات کے بیان میں آپ نے رسول کی جانب سے کیے گئے ہر حکم کو بلا خوف و خطر پورا کیا اور اس سلسلے میں کسی ملامت کی پروانہ کی۔ اپنی زندگی میں خط و کتابت ہو یا خطبات و تقریریں آپ نے ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کی خوبیوں کو اجاگر کرنے کے ساتھ ان کے تمام کمالات و صفات کو انسانیت کے لیے بہترین نمونہ عمل قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ کی پیروی کی ہمیشہ تاکید کی اور اسی میں نجات کا راز بیان کیا۔

[1] خطبہ ۱۹۵، ج ۲، ص ۴۸۴

منابع وماخذ

القرآن الکریم

۱. ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار الکتاب العربی، بغداد، ۱۴۲۸ھ، چاپ اول

۲. ابن اثیر، مجد الدین، النھایہ فی غریب الحدیث والاثر، مکتبۃ العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ

۳. بحرانی، کمال الدین ابن میثم، شرح نہج البلاغہ، بنیاد پژوھشھای اسلامی، مشہد، ۱۳۷۵ش، چاپ اول

۴. بردي، ابن تغری، النجوم الزاھرة فی ملوک مصر والقاھرة، ڈیجیٹل نسخہ: https://lib.eshia.ir

۵. تمیمی، عبدالواحد، غرر الحکم ودرر الکلم، دار الکتاب الاسلامی، قم، ۱۴۱۰ق، چاپ دوم

۶. جوادی، ذیشان حیدر، نہج البلاغہ، محفوظ بک ایجنسی، کراچی، ۱۹۹۹م، چاپ اول

۷. صفار، محمد بن حسن، بصائر الدرجات فی فضائل آل محمد علیہم السلام، مکتبہ آیت اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۴ھ، چاپ دوم

۸. طبرسی، حسن بن فضل، مکارم الاخلاق، ناشر الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۲ھ، چاپ دوم

۹. الطبری، ابن جریر، تاریخ طبری، مؤسسۃ الاعلمي للمطبوعات، بیروت، ۱۸۷۹م

۱۰. طوسی، نصیر الدین، تجرید الاعتقاد، مکتب الاعلام الاسلامی، تہران، ۱۴۰۷ھ، چاپ اول

۱۱. کلینی، محمد بن یعقوب، الاصول من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تھران، ۱۴۰۷ھ، چاپ چھارم

۱۲. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ھ، چاپ دوم

۱۳. مفتی جعفر حسین، نہج البلاغہ، المعراج کمپنی، لاہور، ۲۰۰۳م

۱۴. /https://ur.wikishia.net

۱۵. /https://lib.eshia.ir